مؤمل بن اسماعیل فی میزان الجرح والتعدیل

غیر مقلدین نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں، دلیل میں جو روایت پیش کرتے ہیں اس میں ایک راوی مؤمل بن اسماعیل ہے جسے محدثین نے مجروح قرار دیا ہے۔ غیر مقلد زبیر علی زئی نے اس کے بارے میں امام مروزی، امام بخاری اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ کی جروحات کو رد کرنے اور حافظ ہیثمی سے تحسین ثابت کی ناکام کوشش کی ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں مفتی شبیر احمد حنفی نے ایک سوال کے جواب میں ان کی علمی گرفت کی ہے۔

محترم جناب مفتی شبیر احمد حنفی!

''قافلہ حق'' کے علمی و تحقیقی مضامین پڑھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔ صحیح عقیدہ و نظریہ کے پرچار کے لیے حالات حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق مرکز اہل السنت والجماعت کی خدمات لائق تحسین ہیں۔۔۔

میرا سوال یہ ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت میں جو راوی مؤمل بن اسماعیل ہے اس پر محدثین مثلاً امام محمد بن نصر المروزی اور امام بخاری کی جرح ثابت ہے یا نہیں؟ کیونکہ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے اپنے ایک رسالہ میں امام محمد بن نصر المروزی کی جرح ''المؤمل اذا انفرد بحدیث وجب الخ'' کے بارے میں لکھا:

''یہ قول بھی بلاسند ہے اور جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔''

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص29)

نیز اس غیر مقلد نے امام بخاری کی جرح کے متعلق یوں لکھا ہے:

'' البخاری: ''منکر الحدیث'' (تہذیب الکمال۔۔۔، میزان الاعتدال۔۔۔، تہذیب التہذیب ...) تین محولہ کتابوں میں یہ قول بلاسند و بلاحوالہ درج ہے جبکہ اسکے برعکس امام بخاری نے مؤمل بن اسماعیل کو التاریخ الکبیر (ج8ص49ت2107) میں ذکر کیا اور کوئی جرح نہیں کی۔ امام بخاری کی کتاب الضعفاء میں مؤمل کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے اور صحیح بخاری میں مؤمل کی روایتیں موجود ہیں۔ (دیکھیے 2700ح7083 مع فتح الباری) حافظ مزی فرماتے ہیں: استشھد بہ البخاری، اس سے بخاری نے بطور استشہاد روایت لی ہے (تہذیب الکمال ج18ص527) محمد بن طاہر المقدسی (متوفی 507ھ) نے ایک راوی کے بارے میں لکھا ہے: بل استشھد بہ فی مواضع لیبین انہ ثقۃ بلکہ انہوں (بخاری) نے کئی جگہ اس سے بطور استشہاد روایت لی ہے تاکہ یہ واضح ہو کہ وہ ثقہ ہے۔'' (شروط الائمۃ الستۃ ص18) معلوم ہوا کہ مؤمل مذکور امام بخاری کے نزدیک ثقہ ہے منکر الحدیث نہیں۔''

(نماز میں ہاتھ الخ: ص30)

مؤمل کی توثیق کرتے ہوئے علی زئی نے یوں لکھا:

''حافظ الہیثمی: ''ثقہ وفیہ ضعف'' (مجمع الزوائد 8/ 183) یعنی مؤمل حافظ ہیثمی کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔''

(نماز میں ہاتھ الخ: ص34)

نیز علی زئی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی جرح کے متعلق یہ لکھا ہے کہ انہوں نے تقریب التہذیب میں ذکر کی گئی اپنی جرح سے رجوع کر لیا ہے۔ لہذا ان کی جرح ''في حديثه عن الثوري ضعف'' مردود ہے۔

(نماز میں ہاتھ الخ: ص35)

کیا واقعی یہ صحیح بات ہے کہ مؤمل بن اسماعیل پر امام مروزی اور امام بخاری کی جرح ثابت نہیں ہے؟ اور کیا حافظ ہیثمی کے ہاں یہ حسن الحدیث ہے؟ اور کیا حافظ ابن حجر العسقلانی نے اپنی جرح سے رجوع کر لیا تھا؟ براہ کرم سہ ماہی "قافلہ حق" یا ماہنامہ "فقیہ" میں تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔ والسلام

خوشی محمد۔ حیدر آباد

الجواب باسم ملہم الصواب

مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں ہمارے سہ ماہی مجلہ "قافلہ حق" اور ماہنامہ "فقیہ" میں مضامین چھپ چکے ہیں۔ چونکہ آپ نے زئی صاحب کے چار شبہات ذکر کیے ہیں اس لیے اس شمارے میں اس جہت سے مؤمل مذکور پر جرح و نقد پیشِ خدمت ہے تاکہ شخص مذکور اور اس کے فرقہ کی علمی دیانت واضح ہو:

امام مروزی رحمہ اللہ کی جرح:

علیزئی صاحب کا امام محمد بن نصر المروزی کی جرح کے متعلق یہ کہنا کہ:

"یہ قول بھی بلاسند ہے اور جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔"

خود قولِ مردود ہے، اس لیے کہ یہ قول حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب التہذیب (ج6 ص490) میں جزماً نقل کیا ہے، ضرور ان کے پاس کوئی سند یا پیشِ نظر کوئی کتاب ہو گی تب انہوں نے اتنی ذمہ داری سے اس قول کو امام مروزی کا قول کہا ہے۔ لہذا "بلاسند" ہونے کی رٹ لگانا غلط ہے۔

لیجیے! ہم امام محمد بن نصر المروزی کی اپنی کتاب "تعظیم قدر الصلاۃ" (ص574) سے یہ جرح نقل کرتے ہیں تاکہ غیر مقلدین کی تسلی کا سامان بنے۔ امام مروزی ایک حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فإن هذا حديث لم يروه عن حماد بن زيد غير المؤمل وإذا انفرد بحديث وجب أن توقف ويتثبت فيه لأنه كان سيئ الحفظ كثير الغلط•

اس صراحت کے بعد لامذہبوں کا بلاسند جرح والا اعتراض مردود ہے۔

تنبیہ: زئی صاحب کا امام محمد بن نصر المروزی کے قول کو جمہور کے مخالف کہنا غلط ہے، اس لیے کہ مؤمل مذکور جمہور کے ہاں ضعیف ہے۔

(تفصیل آگے آ رہی ہے)

امام بخاری رحمہ اللہ کی جرح:

زئی صاحب نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی جرح کو ناقابلِ اعتبار بنانے کے لیے جو دوڑ دھوپ کی ہے اس کا خلاصہ چار چیزیں ہیں:

۱: بلاسند جرح ہے۔

۲: امام بخاری رحمہ اللہ نے "التاریخ الکبیر" میں مؤمل کا ذکر تو کیا لیکن اس پر جرح نہیں کی اور "کتاب الضعفاء" میں اس کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔

۳: امام بخاری نے اس راوی سے استشہاداً روایت لی ہے۔ (بحوالہ حافظ مزی)

۴: امام بخاری استشہاداً روایت اس لیے لیتے ہیں تاکہ واضح ہو کہ یہ راوی ثقہ ہے۔ (بحوالہ علامہ محمد بن طاہر المقدسی)

پھر موصوف نے ان چاروں باتوں کو ملا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ راوی ثقہ ہے۔ ہم شق وار ایک ایک بات کا تجزیہ کرتے ہیں تاکہ قارئین کو معلوم ہو کہ ان شقوں کو جوڑ کر زئی صاحب کے نتیجہ نکالنے کی حقیقت کیا ہے؟!!

شق نمبر 1 کا جواب:

مؤمل پر امام بخاری کی یہ جرح کئی حضرات نے نقل کر رکھی ہے:

1: ابو الحجاج یوسف المزی

(تہذیب الکمال للمزی: ج10 ص211)

2: شمس الدین ذہبی

(المغنی فی الضعفاء: ج2 ص446)

3: ابن حجر عقسلانی

(تہذیب التہذیب: ج6 ص489)

4: احمد بن عبد اللہ الخزرجی الانصاری

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال: ص393)

5: بدر الدین العینی

(مغانی الاخیار: ج5 ص111)

6: محمد عبد الرؤوف المناوی

(فیض القدیر: ج5 ص228)

7: محمد عبد الرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد

(تحفۃ الاحوذی: ج6 ص67)

8: ناصر الدین الالبانی غیر مقلد

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ج2 ص293، ج12 ص57،)

ان کے علاوہ کئی حوالہ جات جمع کیے جا سکتے ہیں۔ ان محدثین و غیر محدثین کا امام بخاری کی جرح کو جزماً نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یقیناً ان کے پیش نظر امام بخاری رحمہ اللہ کی کوئی کتاب یا کوئی معتبر سند ہے اسی لیے تو یہ حضرات اس جرح کو صحیح و ثابت مانتے ہیں اور اتنی پختگی سے نقل کرتے ہیں۔ نیز خود علیزئی صاحب نے بھی ایک مقام پر جزماً نقل کرنے کو مستدل اور معیار بنایا ہے۔

(الحدیث: ش93 ص40،41)

لہذا علی زئی صاحب کا اعتراض مردود ہے۔

شق نمبر2کا جواب:

امام بخاری رحمہ اللہ کا کسی راوی کو التاریخ الکبیر میں بلا جرح نقل کرنا خود غیر مقلدین کے ہاں بھی اس راوی کی توثیق شمار نہیں ہوتا، لہذا علی زئی صاحب کا یہ کہنا کہ مؤمل کا ذکر التاریخ الکبیر میں بلا جرح ہے اور اس سے عوام کو یہ تاثر دینا کہ یہ ثقہ ہے مردود ہے۔ بطورِ نمونہ غیر مقلدین کے چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں:

1: عبد الرؤوف سندھو غیر مقلد ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ روایت نہایت گھٹیا درجہ کی ہے، اس روایت کا پہلا راوی عبد الوارث مولی انس بن مالک ہے، اسے امام بخاری نے التاریخ الکبیر (118/6) میں ذکر کیا مگر اس کے بارے میں کوئی جرح و تعدیل ذکر نہیں کی۔"

(القول المقبول: ص527)

2: ارشاد الحق اثری غیر مقلد ایک حدیث کی "تحقیق" کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ابن بجاد محمد بن بجاد ہے اور وہ موسی بن سعد کا پوتا ہے جب کہ بجاد موسی کے صاحبزادے ہیں، ان کا امام بخاری نے التاریخ الکبیر 44/1 میں، امام ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل 213/3 میں ذکر کیا ہے مگر کوئی جملہ توثیق و توصیف نقل نہیں کیا۔

(توضیح الکلام ج2 ص741)

پھر آخر میں ان کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: محمد بن بجاد اور موسی بن سعد دونوں مجہول و مستور ہیں، لہذا اس کی سند کو صحیح کہنا درست نہیں۔

(ج2 ص743)

لہذا غیر مقلدین کے اس اصول کی روشنی میں یہ کہنا حق بجانب ہے کہ اگر امام بخاری رحمہ اللہ نے مؤمل بن اسماعیل کو بھی التاریخ الکبیر میں بلا طعن ذکر کیا ہے تو اس سے اس راوی کی توثیق ثابت نہیں ہوتی۔

جہاں تک کتاب الضعفاء میں مؤمل کو ذکر نہ کرنے کا تعلق ہے تو امام بخاری نے اس بات کا اہتمام نہیں کیا کہ جو جو راوی ان کے ہاں مجروح ہیں ان تمام کا ذکر کتاب الضعفاء میں کریں بلکہ کئی روات جو امام بخاری کے ہاں مجروح ہیں ان کا ذکر کتاب الضعفاء میں نہیں کیا گیا۔ لہذا امام بخاری کا مؤمل کو بھی "کتاب الضعفاء" میں ذکر نہ کرنا اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہرگز نہیں۔

شق نمبر3کا جواب:

یہ قاعدہ کلیہ نہیں کہ جس راوی سے امام بخاری رحمہ اللہ استشہاداً روایت لیں وہ ہمیشہ ثقہ ہوگا۔ شواہد، متابعات اور معلقات میں امام بخاری نے ان شرائط صحت کو ملحوظ نہیں رکھا جو مسند روایات میں رکھتے ہیں۔ ہم غیر مقلدین ہی کے گھر کی گواہی پیش کرتے ہیں۔ حافظ عبد المنان نور پوری غیر مقلد ایک سوال کے جواب میں جو کچھ لکھتے ہیں ہم وہ سوال و جواب دونوں نقل کرتے ہیں۔

"سوال: سب لوگ مانتے ہیں کہ بخاری کے اندر کچھ مواد صحیح، کچھ حسن اور کچھ ضعیف بھی ہے، تو پھر اصح کہنا درست نہ ہوا۔

جواب: یہ بھی حقیقت پر مبنی نہیں کیونکہ اصح کا حکم اصول اور موضوع کے لحاظ سے ہے اور وہ تمام احادیث صحیح اور مسند ہیں جو موضوع میں شامل ہیں، باقی شواہدات، متابعات اور معلقات کے بارے میں یہ حکم نہیں اور نہ ہی امام بخاری نے ان میں شرائط کو ملحوظ رکھا ہے کیونکہ موضوع کتاب الصحیح المسند ہے۔ (صحیح بخاری کا تعارف)

لہذا علیزئی صاحب کا محض استشہاداً روایت لینے پر مؤمل پر حکم ثقاہت کا جھانسا دینا مردود ہے۔

شق نمبر 4 کا جواب:

علیزئی نے علامہ محمد بن طاہر المقدسی (ت 507ھ) کی عبارت ادھوری نقل کی اور موج میں آکر اس کو مؤمل پر فٹ کر دیا۔ قارئین کرام! آپ علامہ مقدسی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں: ان مسلما اخرج احادیث اقوام ترک البخاری حدیثہم لشبہۃ وقعت فی نفسہ اخرج مسلم احادیثہم بازالۃ الشبہۃ مثل حماد بن سلمۃ•• وکذلک حماد بن سلمۃ امام کبیر مدحہ الائمۃ واطنبوا لما تکلم فیہ بعض منتحلی المعرفۃ ان بعض الکذبۃ ادخل فی حدیثہ مالیس منہ لم یخرج عنہ معتمدا علیہ بل استشہد بہ فی مواضع لیبین انہ ثقۃ و مسلم اعتمد علیہ •

(شروط الائمۃ الستۃ ص 70)

ترجمہ: امام مسلم نے راویوں کی اس جماعت سے بھی روایت لی ہے جنہیں امام بخاری نے ترک کر دیا تھا کیونکہ امام بخاری کو ان کی احادیث کی صحت میں شبہ پڑ گیا تھا، امام مسلم نے ان رواۃ سے اس شبہ کا ازالہ کر کے روایت لی ہے۔(یعنی ان راویوں کے بارے میں امام مسلم کو جب یہ واضح ہوا کہ ان رواۃ کی مرویات میں جو عدم صحت کا شبہ ہے وہ درست نہیں تو انہوں نے ان سے روایت لے لی) جیسے حماد بن سلمہ... حماد بن سلمہ بہت بڑے امام ہیں، حضرات ائمہ نے ان کی بڑی مدح و ثناء کی ہے اور انتہائی تعریف و توصیف سے کام لیا ہے، جب بعض کچی رائے والے لوگوں نے حماد بن سلمہ پر کلام کیا کہ ان کی احادیث میں جھوٹا کلام شامل کر دیا گیا ہے جو حدیث کا حصہ نہیں تھا تو امام بخاری نے حماد بن سلمہ پر اصول میں عدم اعتماد کی بنا پر روایت نہیں لی البتہ کئی مقام پر استشہاداً روایت لی ہے یہ بیان کرنے کے لیے کہ یہ ثقہ ہے اور امام مسلم نے حماد بن سلمہ سے اصول میں روایت لی ہے۔

علامہ مقدسی کی اس پوری عبارت سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: آپ ان راویوں کی مثال دے رہے ہیں جن سے امام بخاری نے اصول میں روایات نہیں لیں بلکہ استشہاداً لی ہیں اور امام مسلم نے اصول میں لی ہیں۔

2: یہ بحث ان رواۃ کے بارے میں ہے جن پر کلام منتحلی المعرفۃ (کچی رائے کے مالک لوگوں) نے کیا ہے۔

3: "استشہد بہ فی مواضع لیبین انہ ثقۃ" کے قاعدے کا تعلق امام حماد بن سلمہ جیسے محدثین کے ساتھ ہے جن کی تعریف و توصیف، ثقاہت و امامت اور جلالت شان کا اعتراف کبار ائمہ نے "الامام، الحافظ، شیخ الاسلام، اعلم، اثبت، ثقہ، الابدال، فقیہ، صاحب سنۃ، اشد مواظبۃ علی الخیر، صحیح السماع، حسن اللقی وغیرہ" جیسی صفات کا تذکرہ کر کے کیا ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ: ج1 ص151، تہذیب التہذیب: ج2 ص197)

4: اس قاعدہ کا تعلق ایسے راوی کے ساتھ ہے جس سے امام بخاری نے کئی مقام (فی مواضع) پر روایت لی ہو۔

ان حقائق کی روشنی میں علی زئی صاحب کا "استشہد بہ فی مواضع لیبین انہ ثقۃ" کا قول مؤمل بن اسماعیل کے لیے فٹ کرنا کسی طرح درست نہیں۔ اس لیے کہ:

[۱]: مؤمل بن اسماعیل سے امام مسلم نے اصول میں تو در کنار، استشہاداً بھی روایت نہیں لی جب کہ یہ قاعدہ اس راوی کے بارے میں ہے جس سے امام مسلم نے بھی روایت لی ہو اور روایت بھی اصول میں لی ہو۔

[۲]: مؤمل بن اسماعیل پر کلام کچی رائے کے مالک لوگوں نے نہیں کیا بلکہ کبار ائمہ جرح و تعدیل نے کیا ہے جن میں امام ابو حاتم الرازی، امام الساجی، امام یعقوب بن سفیان الفارسی، امام ابوزرعہ، امام احمد بن حنبل، امام ابن حبان، علامہ ابن سعد، عبدالباقی بن قانع البغدادی، امام محمد بن نصر المروزی، امام دار قطنی، حافظ نور الدین ہیثمی، علامہ شمس الدین الذہبی، حافظ ابن حجر العسقلانی وغیرہ شامل ہیں۔

[۳]: یہ قاعدہ حماد بن سلمہ جیسے رواۃ کے لیے تھا جن پر جید محدثین کا اعتماد تھا جب کہ مؤمل بن اسماعیل پر ائمہ کا اس طرز کا اعتماد نہیں۔

[۴]: مؤمل سے ایک مقام پر استشہاداً روایت تو ملتی ہے (ح2700 مع فتح الباری) لیکن حدیث نمبر 7083 میں شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی کے مطابق امام بخاری کے شیخ مؤمل بن ہشام مراد ہیں۔

(عمدۃ القاری: ج16 ص349)

ان حقائق کی روشنی میں زئی صاحب کا محمد بن طاہر المقدسی کے بیان کردہ قاعدہ کو مؤمل بن اسماعیل کے لیے ثابت کرنا انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

حافظ ہیثمی کی تحسین کی حقیقت:

حافظ ہیثمی کے تمام اقوال کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مؤمل بن اسماعیل حسن الحدیث نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ چنانچہ مؤمل کی توثیق کے متعلق مجمع الزوائد کے مختلف مقام پر جو لکھتے ہیں، پیشِ خدمت ہے:

وفیہ مؤمل بن إسماعیل وثقہ ابن معین•

(تحت ح6532)

وفیہ مؤمل بن إسماعیل وثقہ ابن معین وابن حبان•

(تحت ح7385)

مؤمل بن إسماعیل وثقہ ابن معین•

(تحت ح8068)

مؤمل بن إسماعیل وثقہ ابن حبان•

(تحت ح8563)

مؤمل بن إسماعیل وثقہ ابن معین وابن حبان•

(تحت ح8917)

اسی مؤمل کے ضعف کے متعلق کئی مقام پر جو لکھتے ہیں، وہ یہ ہے:

وضعفہ البخاري•

(تحت ح6532)

وضعفہ البخاري وغیرہ•

(تحت ح7385)

وضعفہ الجمھور•

(تحت ح8068)

وضعفہ جماعۃ •

(تحت ح8563)

وضعفہ البخاري وغیرہ•

(تحت ح8917)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حافظ ہیثمی نے ثقاہت کا قول ابن معین اور ابن حبان کا بتایا ہے اور ضعف کا قول امام بخاری اور ایک جماعت کا قرار دیا بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ ح8068 کے تحت ضعف کے قول کو جمہور کا قول قرار دیا۔ ثابت ہوا کہ حافظ ہیثمی کے ہاں مؤمل بن اسماعیل ضعیف عندا لجمہور ہے، حسن الحدیث ہر گز نہیں۔ علیزئی صاحب کا اسے حسن الحدیث قرار دینا مردود ہے۔

تنبیہ: علیزئی صاحب نے امام بخاری رحمہ اللہ کی جرح کو رد کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا حتیٰ کہ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ تک سے تحسین کی ناکام کوشش کی لیکن حافظ ہیثمی نے "ضعفہ البخاري" کہہ کر زئی صاحب کی ساری کارستانیوں پر قلم رد پھیر دیا۔ زئی صاحب اسے ثقہ عندا لجمہور بھی ثابت کرنا چاہتے تھے (دیکھیے اثبات التعدیل) لیکن حافظ ہیثمی نے " ضعفہ الجمھور" کہہ کر اس "خواب" کو بھی شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیا۔ کسی نے خوب کہا:

ع جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

حافظ ابن حجر عسقلانی کی جرح:

زئی صاحب کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں تاکہ موصوف کے کارنامے؛ "کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا" کی حقیقت آشکارا ہو۔ لکھتے ہیں:

"حافظ ابن حجر العسقلانی: "صدوق سیئ الحفظ"

(تقریب التہذیب: ۷۰۲۹)"

"ابن حجر العسقلانی: ذکر حدیث ابن خزیمۃ (وفیہ مؤمل بن اسماعیل) فی فتح الباری ۲/ ۲۲۴ تحت ح ۷۴۰) ولم یتکلم فیہ۔ ظفر احمد تھانوی نے کہا: "ما ذکرہ الحافظ من الاحادیث الزائدۃ فی فتح الباری فہو صحیح عندہ او حسن عندہ کما صرح بہ فی مقدمتہ ...... (قواعد فی علوم الحدیث ص ۸۹) معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب کے بقول حافظ ابن حجر کے نزدیک مؤمل مذکور صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہے گویا انہوں نے تقریب التہذیب کی جرح سے رجوع کر لیا ہے۔"

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم: ص 31 و ص 35)

زئی صاحب کی اس بھاگ دوڑ کا خلاصہ تین چیزیں ہیں:

اول: ابن حجر نے ابن خزیمہ کی روایت ذکر کی ہے جس میں مؤمل بن اسماعیل ہے۔ ابن حجر نے مؤمل پر جرح نہیں کی۔

دوم: مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے بقول جو احادیثِ زائدہ حافظ ابن حجر عسقلانی ذکر کرتے ہیں وہ ان کے ہاں صحیح یا حسن ہوتی ہیں۔

ثالث: لہذا ثابت ہوا کہ مؤمل حافظ ابن حجر کے ہاں ثقہ ہے۔ "گویا انہوں نے تقریب التہذیب کی جرح سے رجوع کر لیا ہے۔"

اول کا تجزیہ:

یہ درست ہے کہ حافظ ابن حجر مؤمل کی روایت لائے ہیں لیکن یہ بالکل غلط ہے کہ فتح الباری میں مؤمل پر کوئی کلام نہیں ہے، واقعہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے مؤمل پر کلام کیا ہے، دو مقام یہ ہیں:

۱: مؤمل بن إسماعیل في حدیثه عن الثوري ضعف•

(ج9ص297)

۲: کثیر الخطأ•

(ج13ص42)

ثابت ہوا کہ خود فتح الباری میں مؤمل پر کلام موجود ہے۔

ثانی کا تجزیہ:

زئی صاحب نے مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی پوری عبارت نقل نہیں کی، جس حصہ پر مسئلہ کا مدار تھا اسے ہضم کر گئے ہیں۔ پوری عبارت یہ ہے:

ماذکرہ الحافظ من الاحادیث الزائدۃ فی فتح الباری وسکت عنہ فھو صحیح اوحسن عندہ کما صرح بہ فی مقدمتہ•

(قواعد فی علوم الحدیث ص۸۹)

ترجمہ: حافظ ابن حجر فتح الباری میں (صحیح بخاری کی احادیث کی تشریح میں) جو روایات زائدہ لائیں اور ان کے بارے میں سکوت کریں (روایت یا راوی پر کلام نہ کریں) تو ان کے ہاں وہ صحیح یا حسن ہوتی ہیں۔

خط کشیدہ الفاظ زئی صاحب نے چھوڑ دیے ہیں۔ علامہ ظفر احمد عثمانی کی اس پوری عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر اگر روایت کے بارے میں سکوت کریں تو وہ روایت ان کے ہاں صحیح/حسن ہے جبکہ اس روایت کے راوی مؤمل پر خود فتح الباری میں کلام موجود ہے کما مر، لہذا زئی صاحب کی کارروائی (اولاً قاعدہ کو ادھورا ذکر کرنا، ثانیاً اسے مؤمل پر فٹ کرنا) غلط در غلط ہے۔

ثالث کا تجزیہ:

اول و ثانی تجزیہ کی روشنی میں ثابت ہوا کہ مؤمل مجروح ہے۔

آخر میں بطورِ خلاصہ یہ فیصلہ کن نتیجہ ہے: مؤمل بن اسماعیل حافظ ابن حجر کے ہاں مجروح ہے۔ جرح سے رجوع کا قول غلط ہے۔ مزید آپ کا قول "في حدیثه عن الثوري ضعف" ثابت ہے۔ سینہ پر ہاتھ باندھنے والی روایت بھی اسی طریق سے ہے جو مذکورہ تحقیق کی رو سے ضعیف و مردود ہے۔

حیرانگی ہے یہ شخص اپنے مقصد کے لیے کس طرح عبارات سے مطلب کشید کر لیتا ہے! سر دست ایک حوالہ پیش خدمت ہے جس سے اس شخص کی علمی "دیانت" کا ایک اور ثبوت مل سکے گا۔ موصوف زئی صاحب چونکہ گروہ غیر مقلدین سے ہیں اس لیے اپنے مطلب کو ثابت کرنے کے لیے یہ راگ الاپا کرتے ہیں کہ اقتداء اور اتباع الگ چیز ہے اور تقلید الگ چیز، اپنے اس مزعومہ موقف کو ثابت کرنے کے لیے امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب "راہِ سنت" سے ایک اقتباس بقید صفحہ نقل کیا۔ زئی صاحب لکھتے ہیں: "سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں: اور یہ طے شدہ بات ہے کہ اقتداء و اتباع اور چیز ہے اور تقلید اور چیز ہے۔

(دین میں تقلید کا مسئلہ ص14 علی زئی کی کتاب)

جبکہ اصل کتاب میں یہ عبارت ہے: "ہمارے نزدیک اقتداء، اتباع اور تقلید ایک ہی شئے ہے، غیر مقلدین کے ہاں اقتداء واتباع اور چیز ہے اور تقلید اور ہے۔"

(المنہاج الواضح یعنی راہ سنت ص35)

چند ملاحظات:

زئی صاحب نے دیگر علماء سے تصحیح و تحسین کی ناکام کوشش بھی کی ہے جس کا خلاصہ مع نقد پیش خدمت ہے۔

۱: "ترمذی کے نزدیک مؤمل صحیح الحدیث وحسن الحدیث ہیں۔"

(ص32)

جواب: موصوف نے اسی رسالہ کے ص 11 پر امام ترمذی کو متساہل کہتے ہوئے لکھا:

"ترمذی نے کثیر بن عبداللہ کی حدیث کی تصحیح کی ہے جبکہ کثیر کو کذاب بھی کہا گیا ہے، اسی لیے بقول حافظ ذہبی "علماء ترمذی کی تصحیح پر اعتماد نہیں کرتے"۔

غیر مقلدین کو چاہیے کہ اپنا لکھا دماغ میں رکھا کریں تاکہ بوقت ضرورت کام آسکے۔

۲: "امام بخاری: "استشھد بہ فی صحیحہ"

(ص33)

جواب: اس پر تفصیلاً رد گزر چکا ہے۔

۳: "الحاکم: "صحح لہ فی المستدرک"•

(ص33)

جواب:

زئی صاحب نے اسی رسالہ کے ص12 پر لکھا:

"حاکم کی تصحیح کسی شمار و قطار میں نہیں، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔"

زئی صاحب کی باقی "کوشش" کو بھی اسی پر قیاس کر لیا جائے۔

:خلاصہ کلام

علی زئی صاحب کا امام محمد بن نصر المروزی، امام بخاری اور حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہم اللہ کی جروحات پر اعتراضات کرنا اور حافظ ہیثمی سے تحسین ثابت کرنا مردود ہے۔ یہ جروحات ثابت ہیں اور مؤمل بن اسماعیل ضعیف عند الجمہور ہے۔ لہذا سینہ پر ہاتھ باندھنے والی روایت ضعیف ہے۔ واللہ اعلم